يَآ يُّهَا الَّذِيْنَ اٰ مَنُو اتَّقُوْ االلّٰهَ وَ كُوْ نُوْ ا مَعَ ا لصّٰدِ قِيْنَ ہ(۹:۱۱۹)

مومنو! اللہ سے ڈرو اور صادقوں کے ساتھ رہو

المعيار

مولفہ

حضرت بندگی میا سیدنا شاہ خوندمیر صدیقِ ولایت رضی اللہ عنہ

سید الشہدا (خلیفۂ دوم حضرت مہدی موعود علیہ السلام)

منجانب

دارُالِاشاعت کُتب سلف الصّالحین جمعیۃ مہدویہ

دائرہ مشیرآباد ۔حیدرآباد

اَلْمِعْیَار

تصنیف حضرت بندگی میاں سید خوند میر صدیقِ ولایت رضی اللہ عنہ

ابتداء اللہ کے نام سے جونہایات مہربان بڑا رحم والا ہے اور ہم اسی سے مدد چاہتے ہیں اور اسی پر میرا بھروسہ ہے تمام تعریف اللہ کے لئے سزاوار ہے جس کے ہاتھ میں بادشاہت ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اس نے اپنی قدرت سے زمین کو پھیلایا اور آسمان کو بلند کیا پس بزرگ ہے وہ ذات کہ اس کے سوائے کوئی معبود (خدا) نہیں وہی نعمتوں کو عطا کرتا ہے اور اپنے بندوں سے جنگ کی سختی اور قحط کے نقصان کو دور کرنے والا ہے اس کی نعمتوں کے پے در پے ہونے پر ہم اس کا حمد کرتے ہیں اور اس کے گہرے احسانات پر ہم اس کا شکر کرتے ہیں اور درود نازل ہو اس کے رسول محمد ﷺ پر جو روشن شریعت والے اور واضح صاف طریقے والے تمام رسولوں اور نبیوں میں اکمل جن کے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا رہے گا پس آدمؑ اور تمام انبیاء قیامت کے دن آپ ﷺ کے جھنڈے (**العاشر ذکر فی الفصوص انا لانبیاء کلھم یجتمعون یوم القیمة تحت لواء النبی خاتم النبوة والا ولیاء کلھم یجتمعون تحت لوائالمھدی خاتم الولایة المحمدیة** ۔دسویں خصوصیت یہ ہے فصوص میں مذکور ہے کہ قیامت کے دن سب انبیاء خاتم النبوت ﷺ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوں گے اور تمام اولیاء خاتم ولایت محمدی مہدی علیہ السلام کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوں گے" ملاحظہ ہو خصائص امام مہدی موعود خلیفتہ اللہ مطبوعہ صفحہ ۱۷،۱۸" مولفہ حضرت عالم باللہؒ) کے نیچے رہیں گے اللہ درود نازل کرے آپؐ پر اور آپ آل بزرگ وشریف پر لیکن بعد حمد وصلوٰۃ کے حضرت مہدیؑ اور آپکے اصحابؓ کی پہچانت کے بیان میں چند کلمات ان اوراق میں لائے گئے ہیں اس لئے کہ بعض لوگ جو حضرت سید محمدؐ کے

اصحابؓ کے احوال سے غافل اور پردہ میں ہیں اور ان کو ناشائستہ اوصاف سے منسوب کرتے ہیں اور ان کے متعلق بدگمانی کرتے اور فاسد اعتقاد رکھتے ہیں، اور ان پر باطل احکامات لگاتے ہیں اور نہیں جانتے کہ ان کی حالت کیا ہے۔

پس اے عزیز جان کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے کہ اپنی طرف رہبری کرے اور اپنا مقرب بنائے تو اس کو اس کے خواہشات اور مرادات سے نکال دیتا ہے اور مخلوق کو اس پر مقرر کرتا ہے اور اس کی دشمن بنا دیتا ہے اور مخلوق کے ذریعہ سے اس کو رنج اور تکلیف پہنچاتا ہے تاکہ اس کا دل اس جہاں کے تعلقات، غیر اللہ کی محبت اور مخلوق کی الفت سے منقطع ہو جائے اللہ کی معرفت اور اللہ...... کی...... محبت کے لئے وقف ہو جائے جیسا کہ اللہ کا طالب فرماتا ہے کہ

یا اللہ تمام مخلوق کو میری مخالف بنادے
اور تمام جہاں والوں سے مجھ کو الگ کردے
میرے دل کے رخ کو ہر طرف سے پھیردے
راہ میں مجھ کو یک جہت اور ایک روکردے

جواب من جانب اللہ ملتا ہے۔

جس کے ساتھ تو ملنا جلنا چاہتا ہے جان لے کہ اس سے تجھ کو آرام نہیں ملے گا میں تجھ کو پریشان کروں گا کیونکہ تو ہمارا ہے مخلوق (مخلوق کو اس کے خلاف میں مقرر کرنے میں حکمت یہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ اپنے طالب کی مخالفت پر مخلوق کو جو مقرر کرتا جے اسمیں حکمت یہ ہیکہ کافر کہا کرتے تھے کہ قرآن میں نصیحت کی باتیں تو اچھی ہیں لیکن ہر جگہ شرک کو برا کہا گیا ہے اس کو بدل ڈالو تو ہم سب ایمان لے آئیں" از تفسیر موضح القرآن ملاحظہ ہو حمائل شریف مترجم مطبوعہ خیر المطابع لکھنو (۴۶۶)) کو اس کے خلاف میں مقرر کرنے میں حکمت یہ ہے کہ ادمی کی فطرت اس بات پر ہوئی ہے ہر چند چاہتا ہے کہ مخلوق سے منہ پھیر لیوے اور اپنے ہم جنسوں سے الگ ہو جائے لیکن فطرت کی وجہ سے اپنے جیسوں کی طرف ہی میلان ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کے ہم جنسوں سے الگ کر دیتا ہے اور اپنی رضا پر قائم رکھتا ہے چنانچہ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ واکمل التحیات کے حق میں حق سبحانہ

تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ''وَ لَوۡ لَآ اَنۡ ثَبَّتۡنٰکَ لَقَدۡ کِدۡتَّ تَرۡکَنُ اِلَیۡھِمۡ شَیۡئًا قَلِیۡلًا ہ (جز۱۵،رکوع ۸)''
اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ہم نے تجھ کو ثابت رکھا تو بھی جھکنے لگ ہی جاتا ان کی طرف تھوڑا سا جب مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخلوق کی طرف مائل ہوجانا ممکن ہے تو دوسرا شخص مخلوق سے کس طرح الگ رہ سکتا ہے بالضرور اللہ
تعالیٰ تمام مخلوق کو اپنے طالب پر مقرر کرتا ہے اور مخلوق کو اپنے طالب کی دشمن بناتا ہے تاکہ طالب اپنے دل کے
رخ کو مخلوق کی طرف سے پھیر دے اور خالق کی طرف لادے چنانچہ خدائے پاک و برتر نے اپنے پیغمبروں کے
حق میں فرمایا ''وَ کَذٰلِکَ جَعَلۡنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیٰطِیۡنَ الۡاِنۡسِ وَ الۡجِنِّ یُوۡحِیۡ بَعۡضُھُمۡ اِلٰی
بَعۡضٍ زُخۡرُفَ الۡقَوۡلِ غُرُوۡرًا ط (جز۸،رکوع ۱)'' اور اسی طرح ہم نے پیدا کردئے ہر نبی کے دشمن
شیطان ادمی اور جن کے سکھاتا رہتا ہے ایک دوسرے کو ملمع دار باتیں فریب دینے کو چونکہ مہدی علیہ السلام اور
آپؑ کے اصحابؓ حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہیں تو بالضرور مخلوق انکے ساتھ بھی عداوت کرتی ہے اور مخالف
ظاہر کرتی ہے کیونکہ جب متبوع (محمدؐ) کا حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں خبر دی ہے ''وَاِذۡ یَمۡکُرُ
بِکَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لِیُثۡبِتُوۡکَ اَوۡ یَقۡتُلُوۡکَ اَوۡ یُخۡرِجُوۡکَ ط وَ یَمۡکُرُوۡنَ وَ یَمۡکُرُ اللّٰہُ ط وَ
اللّٰہُ خَیۡرُ الۡمٰکِرِیۡنَ ہ (جز۹،رکوع ۸)'' اور (اے محمدؐ یاد کر) جب تجھ پر داؤ چلانا چاہتے تھے کافر تاکہ تجھ کو
قید کر دیں یا مار ڈالیں یا نکال دیں اور وہ داؤ کر رہے تھے اور اللہ بھی داؤ کر رہا تھا اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے
پس بالضرور تابع پر (مہدیؑ پر) بھی وہی بات لازم آئے گی اور یہ بات مہدیؑ کی صداقت کی دلیل ہے اور
دوسری دلیلیں جو کتابوں سے معلوم ہوئی ہیں بہت ہیں لیکن بہ خوف طوالت اختصار سے کام لیا گیا اور چند کلمات
ان اوراق میں لائے گئے تاکہ جو شخص ان سے (اصحابؓ مہدیؑ سے) بدگمانی کرتا ہے اور ان پر جھوٹے اتہامات
لگاتا ہے اس کو توبہ اور رجوع کرنے کا موقعہ حاصل ہو اور مخالف جان لے کہ جو ناشائستہ صفت سید محمدؐ کے اصحابؓ
کے ساتھ منسوب کر رہا ہو محض خطا ہے کیونکہ جو شخص کہتا ہے کہ سید محمدؐ کے صحابہؓ ناک کو ذکر کا آلہ بنائے ہیں اور اس
کے خلاف بے تحاشہ کتابوں سے دلیلیں پیش کرتا ہے اور کہتا ہے امام قشیری نے حضرت ایوبؑ کے قصّہ کے متعلق
ایسا کہا ہے اور فلاں شخص ایسا کہتا ہے اور نہیں جانتا کہ سید محمدؐ کے صحابہ کی کیا حالت ہے اور صحابہ کس راستہ پر چلتے
ہیں اور تمام احوال اور افعال میں کس کی پیروی کرتے ہیں اے عزیز جان لے کہ سید محمدؐ صحابہؓ کا مقصود تمام اقوال و

افعال میں صرف یہی ہے کہ خدا کی کتاب اور پیغمبروں کی پیروی حاصل اور خدا اور رسولؐ کے فرمان اور اہل دین کے اقوال پرعمل کیا جائے پس ناچار ذکر میں بھی مصطفےٰﷺ کی پیروی کرتے ہیں اور خدا کی کتاب کے ساتھ موافقت کرتے ہیں چنانچہ خدائے پاک وبرتر نے فرمایا'' وَ اذْکُرْ رَّبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّ عًا وَّ خِیْفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِا لْغُدُ وِّ وَالْاٰ صَا لِ وَ لَا تَکُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ ہ (جز ۹ ، رکوع ۱۴)'' اور اپنے پروردگار کا ذکر کرتا رہ جی ہی جی میں گڑگڑاتا اور ڈرتا ہوا اور دھیمی آواز سے بولنے میں صبح وشام اور نہ رہ غافل اور حضرت زکریاؑ کے قصّہ سے بھی حق تعالیٰ اپنے کلام میں خبر دیتا ہے جہاں کہ فرمایا خُدائے پاک و برتر نے جب زکریاؑ نے پکارا اپنے پروردگار کو آہستہ آواز سے صاحب مدارک نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ یعنی پکارا اللہ کو پوشیدہ طور سے پکارنا جیسا کہ اسی طرح پکارنے کا حکم ہے اور یہ طریقہ ریاکاری سے دور اور صفائی سے زیادہ قریب ہے جب مصطفےٰﷺ اور دوسرے پیغمبرؑ ذکر خفی کا حکم کئے گئے ہیں تو معلوم ہوا کہ ذکرخفی ہی تمام اذکار سے زیادہ بہتر ہے اور ذکر کا آلہ دل ہے اور جب تک کہ اللہ کا ذکر دل میں قرار نہ پکڑے ذاکر غفلت کی صفت سے الگ نہیں ہوتا۔ اللہ کے ذکر کو دل میں قرار دینا سانسوں کی حفاظت کے بغیر محال ہے اور پاس وانفاس کے ذکر کے بغیر دل خطرات اور وہم سے پاک نہیں ہوتا کیونکہ سانس کی قرارگاہ اور اس کے اٹھنے کی جگہ دل ہی ہے اور حضرت ایوب کا قصہ جو امام قشیری نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے وہ قصہ ذکرخفی کے برخلاف اور پاس انفاس کے ذکر کے خلاف دلیل نہیں ہوسکتا کیونکہ پاس انفاس کے ذکر کے بغیر تمام اوقات کی شمولیت کے ساتھ اللہ کا ذکر میسر نہیں ہوتا اور اللہ کا ذکر فرض دوام ہے چنانچہ خدائے پاک وبرتر نے فرمایا ''فَا ذْ کُرُو ا اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْ دًا وَّ عَلٰی جُنُوْ بِکُم (جز ۵، رکوع ۱۲)'' اللہ کا ذکر کرتے رہو کھڑے بیٹھے اور لیٹے ہوے اور یہ فرض ادا نہیں ہوتا جب تک کہ سانس کی حفاظت نہ کرے اور سانس ناک سے مقید نہیں بلکہ اس کو تمام اعضاء میں دخل ہے اسی وجہ سے تمام سالکین راہِ حق اور طالبانِ ذاتِ مطلق نے ذکرخفی کو تمام اذکار سے بہتر جانا ہے کیونکہ ذکرخفی اور ذکر پاس انفاس کے بغیر ذاکر کا وجود ریاکاری اور خود بینی کی گندگی سے پاک نہیں ہوتا اور ذکر دوام حاصل نہیں ہوتا کیونکہ اگر اللہ کے ذکر کو زبان سے کرے گا تو کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ذاکر باتوں میں اور کبھی کھانے سونے میں مشغول ہوتا ہے اور جب کسی چیز میں مشغول ہوتا ہے اور اللہ کے ذکر سے باز رہتا ہے تو اس کا شمار

غافلوں میں ہوتا ہے اور غفلت کی صفت مومن کے لائق نہیں بلکہ یہ صفت ان لوگوں کی ہے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں خبر دی ہے ''وَ لَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِیْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ بِهَا وَ لَهُمْ اَعْیُنٌ لَّا یُبْصِرُوْنَ بِهَا وَ لَهُمْ اٰذَانٌ لَّا یَسْمَعُوْنَ بِهَا ط اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ط اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ہ (جز۹، رکوع۱۲)'' ''اور ہم نے پیدا کیے ہیں دوزخ کے لئے بہترے جن اور انسان ان کے دل ہیں کہ ان سے سمجھتے نہیں اور ان کی آنکھ ہیں کہ ان سے دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں کہ ان سے سنتے نہیں وہ لوگ چوپایوں کے مانند بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں یہی لوگ غافل ہیں'' اور امام زاہد نے اپنی تفسیر میں لایا ہے کہ اللہ کا ذکر فرض دوام ہے کہ کسی وقت اور کسی حال میں بھی ذمہ سے ساقط نہیں ہوتا کیونکہ ذکر دوام کسی شرط سے مشروط نہیں ہے اور دوسرے فرائض مشروط ہیں پس اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کا ذکر تمام فرائض میں اہم ترین مقصود ہے چنانچہ خدائے پاک و برتر نے فرمایا ''وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ ط اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ ط وَ لَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ط (جز۲۱، رکوع۱)'' ''اور قائم رکھو نماز کو بے شک نماز روکتی ہے بے حیائی کے کام اور بری بات سے اور اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے''۔ پس اے عزیز جان لے ذکر دوام کے بغیر نفس کا تزکیہ اور تجرید اور تفرید حاصل نہیں ہوتے اور دل سے پراگندی دور نہیں ہوتی اور اطمینان قلب حاصل نہیں ہوتا۔ شیطانی وسوسوں نفسانی خواہشات اور مرادات سے انسان باہر نہیں آتا پس چاہیئے کہ اللہ کے ذکر میں اس قدر ہمیشگی کریں کہ اوقات میں سے کسی وقت اور حالات میں سے کسی حال میں اللہ کے ذکر سے خالی نہ رہے آنے میں جانے میں کھانے میں سونے میں سننے میں، کہنے میں بلکہ تمام حرکات اور سکنات میں حاضر الوقت رہنا چاہیئے تاکہ دل بیکاری میں نہ گذرے بلکہ دَم سے واقف رہے تاکہ کوئی دَم غفلت سے نہ نکلے چنانچہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو سانس اللہ کے ذکر کے بغیر نکلتی ہے وہ مردہ ہے حضرت رسالت پناہ ﷺ نے بھی اسی سانس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ کیوں کہ سانس کی نگہبانی کے بغیر ذکر دوام حاصل نہیں ہوتا اور مردنی کی صفت سے الگ نہیں ہوسکتا اور دل سے غفلت نہیں جاتی۔

اگر تو مرد عارف ہے تو سانسوں کی نگرانی کر دونوں جہاں کی بادشاہت تیری ایک ہی سانس میں تیری مِلک ہوجائے گی۔

قطعہ

عمر کی سانس جوگذر رہی ہے وہ ایک موتی ہے
کہ اُس کی قیمت دونوں جہاں کا محصول ہے
تو اس خزانہ کو مفت میں برباد کردینے کو پسند مت کر
اگر ایسا کریگا تو پھر تو خاک میں خالی ہاتھ اور بے سروسامان جائیگا

رسول صلعم کے قول میں حکمت یہ ہے کہ سانس کیلئے دل میں اور تمام اعضاء میں دخل ہے، اور جب سانس اللہ کے ذکر کیساتھ تمام اعضاء میں سرایت کرتی ہے اور ذکر کے فیض سے زندگی کا اثر تمام اعضاء میں پیدا ہوتا ہے تو ایمان کے درخت کو ذاکر کے دل میں اگاتی ہے چنانچہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ لآالـه الا الله ایمان کو ایسا ہی اگاتا ہے جیسا کہ پانی ترکاری کو اگاتا ہے اے عزیز جان لے کہ جب مقصود یہ ہے کہ سانس کی نگہبانی کے ذریعہ اللہ کا ذکر دل میں قرار پکڑے اور سانس اللہ کے ذکر کے ساتھ اندر جاوے اور باہر آوے خواہ منھ سے ہو خواہ ناک سے اور یہ دو راستے سانس کے ہیں بذریعہ سانس کے گذر کے ناک ذکر کا آلہ نہیں رہتی کیونکہ سانس مطلق ہے اور سید محمدؐ کے صحابہؓ کا مقصود یہ ہے کہ سانس کی نگہبانی کے ذریعہ سے اللہ کا ذکر دل میں قرار پکڑے اور خدا کے ذکر سے اطمینان قلب حاصل ہو چنانچہ خدائے پاک اور برتر نے فرمایا ہیکہ اور آرام پاتے ہیں مومنوں کے دل اللہ کے ذکر سے سن رکھو کہ اللہ کے ذکر سے آرام پاتے ہیں دل اور مہذب میں لایا ہے کہ ذکر اور ذکریٰ جس کے معنی یاد کرنے کے ہیں ہاں ایسا ہی ہے لیکن جاننا چاہیئے کہ ذکر کیا ہے اور مذکور کون ہے۔ ذکر یہ ہے کہ اس کے واسطے سے ماسوی اللہ کا وجود مٹ جائے چنانچہ کہتا ہیکہ

ہستی کے نقد کو لآالـٰـه میں مٹادے
تاکہ تو بادشاہ کے ملک کا گھر پاوے

اور ذاکر کو مذکور کے سوائے کسی چیز کا شعور نہ رہے نہ اپنا نہ اپنے ذکر کا نہ غیر کے وجود کا بلکہ اللہ واحد احد کے سوائے کوئی چیز باقی نہ رہے چنانچہ خدائے پاک و برتر نے فرمایا ہے کہ اور ذکر کر اپنے پروردگار کا جب ماسوی اللہ

کو بھول جاوے یعنی جب تو اپنے نفس کو اور ماسوی اللہ کو بھول جاوے جب بے خودی کے عالم میں یار ہی نہ سماتا ہے تو اغیار کہاں سمائیں گے۔

تو ذکر سے کیا چاہتا ہے مذکور کو طلب کر
تمام فکر کا خلاصہ یہی ہے

رُباعی

جس کا شیوہ فنا ہے اور آئین فقروفاقہ ہے
اس کیلئے نہ یقین ہے نہ معرفت ہے اور نہ دین ہے
جب ذاکر درمیان سے نکل گیا تو پھر خدا ہی خدا رہا
جب فقر تمام ہوا تو وہ اللہ ہے یہ مطلب ہے

اور یہ سعادت کلمہ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ کے بغیر جس میں وجود غیر کے فنا کا اقتضا ذات حق کا اثبات ہے حاصل نہیں ہوتی ہے اور نیز اسی لئے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ افضل الذکر لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہ ہے اور نیز آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اور مجھ سے پہلے سب پیغمبروں نے جو کچھ فرمایا ہے ان سب میں افضل لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہ کا قول ہے اور مصطفٰے ﷺ بھی اپنے صاحب (خُدا) کی طرف اسی کلمہ کے لئے مامور ہوئے ہیں جہاں کہ فرمایا خدائے پاک وبرتر نے '' فَاعْلَمْ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ (جز٢٦،رکوع ٧)'' ''پس جانے رہو کہ اللہ کے سوائے کوئی اللہ نہیں''۔ حضرت رسالت پناہ ﷺ سے پہلے تمام انبیاء جو ہوے ان کو بھی اسی کلمہ کی تعلیم ہوئی ہے چنانچہ خُدائے پاک وبرتر نے فرمایا'' وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیٓ اِلَیْہِ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا (جز١٧،رکوع ٢)'' ''اور ہم نے نہیں بھیجا تجھ سے پہلے کوئی رسول مگر اس کی جانب یہی وحی کی کہ کوئی اللہ نہیں میرے سوائے''۔ اور مشرکوں کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے'' اِذَا قِیْلَ لَھُمْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰـہُ یَسْتَکْبِرُوْنَ ہ (جز٢٣،رکوع ٦)'' ''جب ان سے (مشرکوں سے) کہا جاتا تھا کہ کوئی اللہ نہیں اللہ کے سوائے تو تکبر کرتے تھے پس خدا کے کلام اور اقوال رسول خدا ﷺ سے معلوم ہوا کہ تمام انبیاء اور اولیاء کے

لئے اسی کلمہ لآ اِلٰہ اِلا اللہ کا ذکر رہا ہے اور حضرت رسالت پناہ ﷺ نے بھی اسی قدر فرمایا ہے اور حضرت سید محمد ﷺ اور آپ کے صحابہؓ ذکر کے بارے میں انبیاء اور اولیاء کی موافقت کرتے ہیں اور تمام افعال اور اقوال میں خدا کی کتاب کی پیروی کرتے ہیں پس اس کا حال کس طرح ہوگا جو کہتا ہیکہ لآ اِلٰہ الا اللہ کہنے میں کافروں کی موافقت ہوتی ہے اور جو لوگ تمام احوال میں خدا کی رضا کے طالب ہیں اور لآ اِلٰـہَ الا اللـہ محمد رسول اللہ کا کلمہ زبان سے کہتے ہیں اور دل میں تصدیق کرتے ہیں اور خدا کی کتاب اور قول رسول ﷺ سے جو فرائض کہ ثابت ہوے ہیں ان کو ادا کرتے ہیں ایسے لوگوں کو کفر وضلالت کی طرف منسوب کرنا عین ضلالت ہے پس جو شخص کہ ایسے لوگوں پر بدگمانی کرتا ہے اور جھوٹے الزامات لگاتا ہے چاہیئے کہ خدا کی کتاب پر نظر کرے اور اپنے گمان سے باز آئے اور توبہ کرے چنانچہ خدائے پاک وبرتر نے فرمایا ہے ''یَـا أَیُّھَـا الَّـذِیْنَ آمَـنُـوا اجْتَـنِبُـوا کَثِیْـراً مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْم (جز ۲۶، رکوع ۱۴)'' ''مومنو بچے رہو بدگمانیوں سے بے شک بعض گمان بدگناہ ہے اور اگر توبہ نہیں کرے گا اور اپنے گمان سے باز نہیں آئے گا تو اپنے نفس پر ظلم کرے گا''۔ چنانچہ خدائے پاک وبرتر نے فرمایا ہے ''وَمَـنْ لَّـمْ یَتُبْ فَأُ و لٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْ نَ ہ (جز ۲۶، رکوع ۱۴)'' ''اور جو شخص توبہ نہ کرے تو وہی لوگ ظالمین ہیں''۔ اور رسول ﷺ نے بھی فرمایا ہے کہ مومنوں کے ساتھ نیک گمان رکھو پس اے عزیز جان لے کہ جو شخص اللہ کی طلب میں مضبوط رہتا ہے اور خدا کی محبت میں صادق ہوتا ہے تو وہ شخص بھی مخلوق کی ملامت سے خالی نہیں رہتا ہے اور اللہ مختلف قسموں سے آزماتا ہے امتحان لیتا ہے چنانچہ خدائے پاک وبرتر نے فرمایا ہے'' لَتُبْلَوُنَّ فِیْٓ اَمْوَالِکُمْ وَ اَنْفُسِکُم وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ اُ وْ تُـو االْـکِتٰبَ مِـنْ قَبْـلِـکُمْ وَمِنَ ا لَّذِیْنَ اَشْرَ کُوْ آ اَذًی کَثِیْرًا ط وَاِن تَصبِرُوْ ا وَ تَتَّقُوْ ا فَاِنَّ ذٰلِکَ مِـنْ عَـزْمِ ا لْاُمُـوْر (جز ۴، رکوع ۱۰)'' ''ضرور تمہاری آزمائش کی جائیگی تمہارے مالوں اور تمہاری جانوں میں اور تم ضرور سنوگے ان لوگوں سے جن کو دی گئی کتاب تم سے پہلے اور مشرکوں سے بہت سی ایذا کی باتیں اور اگر تم صبر کرتے رہو اور پرہیز گار بنے رہو تو بے شک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔ پس خدا کے دوست پر لازم ہے کہ صبر کرے اور بلا سے نہ ڈرے اور مخلوق کی ملامت کا خوف نہ کرے تاکہ خدا کے دوستوں کے گروہوں میں داخل ہو چنانچہ خدائے پاک وبرتر نے فرمایا ہے ''فَسَـوْفَ یَـاْ تِـی الـلّٰـہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّھُمْ وَ

یُحِبُّوْ نَہٗۤ لا اَذِ لَّۃٍ عَلَی الْمُؤ مِنِیْنَ اَعِزَّ ۃٍ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ یُجَا ھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَ لَا یَخَا فُوْنَ لَوْ مَۃَ لَآ ئِمٍ ط (جز۶،رکوع ۱۲)'' ''تو اللہ ایسی قوم پیدا کرے گا جس کو وہ دوست رکھتا ہوگا اور وہ اللہ کو دوست رکھتی ہوگی۔نرم دل ہوگی مومنوں کے ساتھ سخت دل ہوگی کافروں کے ساتھ جانیں لڑا دے گی اللہ کی راہ میں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرے گی''۔

ترجمہ بیت

عشق میں یکتا رہ اور مخلوق کا کیا خوف
معشوق تو تیرا ہے دُنیا کے سر پر خاک ڈالدے

اے عزیز جان کہ جب حضرت سید محمد ﷺ کے صحابہؓ اُس گروہ سے ہیں تو ضرور لوگ ان کی مخالفت کریں گے جیسا کہ حضرت مصطفیٰ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہؓ کو ایذا دیتے تھے اور رنج پہنچاتے تھے کیونکہ آنحضرت ﷺ جو کہتے تھے اور جو کرتے تھے محض اسی حکم کے ذریعہ سے کرتے جو اللہ سے آپ ﷺ کو پہنچتا تھا یعنی آپ ہر قول و فعل خدا کی وحی کے موافق کرتے تھے چنانچہ خدائے پاک و برتر نے فرمایا'' وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی ط اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْ حٰی ہ (جز۲۷،رکوع ۱)'' ''اور نہ بات کرتا ہے اپنی خواہش نفس سے یہ وحی ہے جو اس کو بھیجی جاتی ہے''۔ نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے''قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا یُوْحٰی اِلَیَّ مِنْ رَّبِّیْ ھٰذَا بَصَآ ئِرُ مِنْ رَّبِّکُمْ وَ ھُدًی وَّرَ حْمَۃٌ لِّقَوْمٍ یُّوْ مِنُوْنَ ہ (جز۹،رکوع ۱۴)'' ''کہدے میں تو اسی پر چلتا ہوں جو وحی کی جاتی ہے میرے جانب میرے پروردگار کی طرف سے یہ بصیرت کی باتیں ہیں تمہارے پروردگار کی طرف سے اور ہدایت و رحمت ہے اس قوم کے لئے جو ایمان لاتے ہیں'' اور آپ یہ قول جو وحی کے موافق کہتے تھے اور جو فعل وحی کے موافق کرتے تھے تو لوگوں کے نفسانی خواہش کے مخالف پڑتا تھا۔کیونکہ ان پر نفس کی رعونتیں اس قدر غلبہ کرتی تھیں کہ کسی شخص کو اپنے برابر نہیں سمجھتے تھے اور اس علم کتاب پر جو اُن کے نزدیک تھا اسی پر شادمانی اور غرور کرتے

تھے اور آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کا ٹھٹھ اُڑاتے تھے اہل نفس و ہوا کا یہ طریقہ ہمیشہ رہا ہے چنانچہ خدائے پاک و برتر نے فرمایا ''فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ه (جز ۲۴، رکوع ۱۴)'' ''پھر جب ان کے پاس آئے ان کے پیغمبر معجزے لے کر یہ لوگ خوش ہوئے اس پر جو ان کے پاس علم تھا اور ان پر الٹ پڑا جس کی یہ ہنسی اڑایا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ امی لوگ کیا اس بات کے لائق ہیں'' حسد اور دشمنی کی وجہ سے جاہل ہوگئے باوجود اس علم کے جو اُن کے گمان میں تھا چنانچہ اپنے رسول اور اپنی کتاب سے بھی انکار کر بیٹھے کیونکہ انھوں نے کہا کہ اللہ نے بشر پر کوئی چیز نہیں اتاری ان کا ایسے شخص سے انکار کرنا جو خدا کی طرف سے خبر لاتا ہے اس وجہ سے ہے کہ اکثر لوگ اپنے باپ دادا کی تقلید سے باہر نہیں آتے اور رسول کے ساتھ موافقت نہیں کرتے چنانچہ خدائے پاک و برتر نے فرمایا ہے'' وَ كَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّ اِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ه (جز ۲۵، رکوع ۸)'' ''اور اسی طرح ہم نے جو بھیجا تجھ سے پہلے کسی گاؤں میں ڈرانے والا تو وہاں کی عیش و عشرت کی زندگی بسر کرنے والوں نے یہی کہا کہ ہم نے پایا باپ دادا کو ایک طریقہ پر اور ہم انھیں کی پیروی کر رہے ہیں'' اور یہ خبر اب تک اللہ تعالیٰ مالداروں اور دنیا کے پیشواؤں کے احوال کے متعلق دیتا ہے لیکن انبیاء کے ساتھ بدسلوکی اور ان کو قتل کرتے اور ان کو جھٹلانے کی شرارت دنیا کے پیشواؤں اور دنیا کے بڑے لوگوں سے جو جاہ و سلطنت میں ممتاز ہوئے ہیں انہی لوگوں سے پیدا ہوئی ہے چنانچہ خدائے پاک و برتر نے فرمایا ''وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ط وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ ه (جز ۸، رکوع ۲)'' ''اور اسی طرح ہم نے پیدا کئے ہر بستی میں گنہگاروں کے سردار تا کہ وہاں حیلے لایا کریں اور جو حیلے کرتے ہیں سو وہ اپنے ہی حق میں کرتے ہیں و لیکن نہیں سمجھتے'' پس جان اے عزیز کہ جب مہدی علیہ السلام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے پیغمبروں کے تابع ہیں تو بالضرور دنیا کے بڑے لوگوں کا گروہ بھی مہدی علیہ السلام کے ساتھ عداوت کرتا ہے اور مخالفت کرتا ہے چنانچہ محی الدین ابن عربیؒ روایت کرتے ہیں کہ جب یہ امام مہدی نکلیں گے تو ان کے کھلے دشمن خاص کر عالموں کے سوائے کوئی اور نہ ہونگے کیونکہ عالموں کی حکومت باقی نہ رہے گی یہ بات مہدی علیہ السلام کی

صداقت کی دلیل ہے پس معلوم ہوا کہ جو شخص انبیاء کی پیروی کرے گا وہ شخص قیامت تک ہرگز مخلوق کی ایذا سے نہیں بچے گا اور سید محمد علیہ السلام کے اصحاب بھی اسی گروہ سے ہیں کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہیں پس بالضرور مخلوق ان کے ساتھ بھی مخالفت کرتی اور ان کو تکلیف پہنچاتی ہے اور ناشائستہ صفات سے ان کو منسوب کرتی ہے چنانچہ مخالفوں میں سے ایک مخالف کہتا ہے کہ سید محمدؑ کے اصحاب تمام کتابوں کے منکر ہیں اور قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرتے ہیں اور کسب کو حرام جانتے ہیں، پورا کلمہ نہیں پڑھتے اور ان میں سے ہر ایک خدا کے دیدار کا دعویٰ کرتا ہے اور ناک کو خدا کے ذکر کا آلہ بنائے ہیں ان تمام باتوں کو انھوں نے سید محمد علیہ السلام کے صحابہؓ کی طرف جو منسوب کیا ہے محض جھوٹ ہے کیونکہ صحابہؓ حق کے طالب ہیں اور حق کی طلب کے لئے تمام کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں جو بات کہ کتاب خدا اور احادیث رسولؐ کے موافق ان کتابوں میں پاتے ہیں اس پر عمل کرتے ہیں اور تفسیر بالرائے تو وہ ہوتی ہے کہ مفسر کو خدائے تعالیٰ سے علم حاصل نہ ہوا ہو بلکہ محض اپنی فکر سے تفسیر کرے اس حال میں کہ خود نفس اور خواہش نفسانی کے قید میں گرفتار ہے اور قران کی تفسیر اپنے حال کے موافق بیان کرتا ہے اور نیز جاننا چاہیئے کہ ہرچند آیات قران کے لئے شان نزول ہے لیکن قرآن کے معنی مطلق ہیں یعنی ہر ایک کے لئے قرآن قیامت تک اس کے دین پر حجت ہے اور حضرت سید محمد علیہ السلام کے صحابہؓ بھی اپنے حال کو کتاب خدا کے سامنے پیش کرتے ہیں اور قران کی پیروی کی جستجو کرتے ہیں اس کے بعد قران کا بیان کرتے ہیں اس طریقہ پر کہ وہ طریقہ نظم و عبارت قران سے زیادہ قریب اور زیادہ مناسب ہوتا ہے کیونکہ قران کے وجوہ بہت سے ہیں اور ہر شخص اپنے حوصلہ کے موافق سمجھتا ہے اور اسی سمجھ کے موافق بیان کرتا ہے اور سید محمد علیہ السلام کے صحابہؓ بھی بیان کرتے ہیں اور **یاهل الکتاب** کی آیت میں اہل کتاب سے مراد علماء بنی اسرائیل اور ان کے مانند لوگوں کو لیتے ہیں اور دوسرا جواب اس بات کا کہ کہتے ہیں کہ سید محمد علیہ السلام کے صحابہ کسب کو حرام جانتے ہیں، یہ ہے کہ صحابہؓ کسب کو حرام نہیں جانتے لیکن اپنی جماعت کے درمیان کہتے ہیں کہ اللہ کے طالب کو چاہیئے جس کام میں مشغول ہو انصاف سے نظر کرے اگر وہ کام اللہ کے ذکر اور اللہ کی طرف توجہ کا مانع ہوتا ہے تو اس کو چھوڑ دے اور اپنی ذات پر اس کو حرام قرار دے دے بلکہ اس کو اپنا بت سمجھے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو چیز تجھے اللہ سے پھیرے وہ تیرا بت ہے یعنی پس وہ تیرا طاغوت ہے پس ہرچند کہ خرید و فروخت بیع مضاربہ مزدوریاں اور کسب

شرع میں حلال ہیں اللہ تعالیٰ ان چیزوں کو حلال کر کے اپنے دوستوں کو آزمایا ہے چنانچہ آنحضرت ﷺ کے صحابہؓ کے حق میں قصہ جنگ بدر میں جہاں کہ کافروں کو شکست ہوئی اور مومنوں کو مال غنیمت ملا جو حلال طیّب ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور تا کہ آزمائے مومنوں کو اچھا آزمانا اور جب آنحضرت ﷺ کے صحابہؓ حلال طیّب مال غنیمت کے پہنچنے سے آزمائے گئے تو پھر دوسرے لوگ جو ان چیزوں میں مشغول ہوتے ہیں جو شرع میں حلال ہیں تو اس آزمائیش سے کس طرح بچ سکیں بلکہ بلاحسنہ (اچھی آزمائش) جو مراد کے موافق ہے، ان آزمائیشوں سے بڑی ہے جو مراد کے مخالف ہیں کیونکہ حلال سے درگذر کرنا ہر شخص کا کام نہیں ہے بلکہ یہ خاصہ آنحضرت ﷺ کے صحابہؓ اور آپ ﷺ کے بعض تابعین کا ہے کہ ماسوی اللہ کو پس پشت ڈال دیتے ہیں اور اللہ کے سوائے کسی چیز میں مشغول نہیں ہوتے کیونکہ رزق زندگی آرام اور اقرار محبّ کیلئے محبوب کی طرف سے ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ مومنوں کو سوائے اللہ کے دیدار کے راحت نہیں جب محبّ کا حال یہ ہے کہ ہمیشہ اپنے محبوب کے لئے پریشان اور سرگرداں رہتا ہے تو پھر وہ کس چیز میں کسی طرح مشغول ہوگا پس معلوم ہوا کہ مومن رزق کی طلب کیلئے اللہ کی حضوری چھوڑ کر کسی چیز میں مشغول نہیں ہوتا اور رسول کی صحبت سے باز نہیں آتا چنانچہ اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے ان لوگوں کے حق میں جو رزق کی طلب کے لئے اللہ کی حضوری اور رسول ﷺ کی صحبت سے باز رہے قولہ تعالیٰ ’’اور جب یہ دیکھیں کچھ سودا بکتا یا تماشہ ہوتا تو چل دوڑیں اس کی جانب اور تجھ کو کھڑا چھوڑ جائیں کہدے کہ جو اللہ کے پاس ہے وہ بہتر ہے تماشہ سے اور سودے سے اور اللہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے‘‘ اور رسول اللہ ﷺ نے بھی فرمایا ہے کہ رزاق کو طلب کر رزق کو طلب مت کر کیونکہ رزق تیرا طالب ہے اور رزاق تیرا مطلوب ہے پس کلام خدا اور قولِ رسول ﷺ سے معلوم ہوا کہ تمام مومنوں (تمام مقبل مومنوں) پر اللہ کی طلب فرض ہے رزق کی طلب فرض نہیں کیونکہ ان کو پیدا کرنے میں اللہ کا مقصود یہ ہے کہ اللہ کی معرفت حاصل کریں اور اللہ کی عبادت کریں چنانچہ خدائے پاک و برتر نے فرمایا ’’وَاِ ذَا رَاَوْ اتِجَارَةً اَوْ لَهْوَ نِ انْفَضُّوْ آ اِلَيْهَا وَ تَرَ كُوْ كَ قَآ ئِمًا قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَ مِنَ التِّجَا رَ ةِ ط وَ اللّٰهُ خَيْرُ الرّٰ زِ قِيْنَ ہ (جز ۲۸، رکوع ۱۲)‘‘ ’’وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِ نْسَ اِ لَّا لِيَعْبُدُوْ نِ ہ (جز ۲۷، رکوع ۱)‘‘ ’’اور میں نے جو جنات اور انسان کو پیدا کیا ہے تو بس اس لئے کہ میری عبادت کریں‘‘۔ پس

جو شخص کہ اللہ کی بندگی کو اور اللہ کی معرفت کو پیٹھ کے پیچھے ڈالا ہو اور زندگانی کی طلب کو سامنے رکھا ہو تو اس کا کیا نام رکھیں گے اور اس کو کس وسیلہ سے پکاریں گے بالضرور وہ ان ہی لوگوں میں شمار ہو گا جنکے متعلق اللہ نے مصطفیٰ ﷺ کو خطاب کر کے فرمایا کہ ''چھوڑ دے ان کو کہ کھالیں اور نفع اٹھالیں اور ان کو غافل کئے ہے'' امید پھر آگے ان کو معلوم ہو ہی جائے گا جن لوگوں کے حق میں مصطفےٰ ﷺ کو ایسا حکم ہوتا ہے تو یہ لوگ کہاں اور اللہ کی معرفت و محبت کہاں کیونکہ یہ لوگ ارادہ کو دنیا سے ایسا وابستہ کر لئے ہیں اور دُنیا کو ایسا مضبوط پکڑے ہیں کہ ہرگز دنیا سے منہ نہیں پھیرتے اور اللہ کی طرف رخ نہیں کرتے اور اللہ کی آیتوں میں ہرگز نظر نہیں کرتے کیونکہ یہ لوگ (دنیا کے طالب) اللہ کے دیدار کی بالکل اُمید نہیں رکھتے ہمارے دیدار کی اور خوش ہوئے دنیا کی زندگی پر اور اسی پر چین پکڑا اور جو لوگ ہماری آیتوں سے غافل ہیں ایسوں کا ٹھکانہ آگ ہے ان کرتوتوں کے بدلے جو کماتے تھے'' پس جو شخص ایسے لوگوں کے سامنے اللہ کے دیدار کا دعویٰ کرتا ہے اور اللہ کی معرفت و محبت کی باتیں کرتا ہے تو ضرور ہے کہ یہ لوگ اس سے دشمنی اور مخالفت کریں گے بلکہ اس کو گمراہ اور دیوانہ کہیں گے چنانچہ فتوحات مکّی میں قصہ مہدی علیہ السلام کے متعلق یہ بیان کیا ہے کہ جب مہدی ﷺ ان کے مذہب کے خلاف حکم کرے گا تو وہ لوگ اس کو یقیناً گمراہ سمجھیں گے کیونکہ ان کا اعتقاد یہ ہے کہ اجتہاد کا زمانہ ختم ہو گیا اور ان کے اماموں کے بعد کوئی شخص ایسا نہیں پایا جاتا جو اجتہاد کا درجہ رکھتا ہو اور جو شخص احکام شریعت کے موافق اللہ کی معرفت کا دعویٰ کرتا ہے تو ان کے پاس دیوانہ اور فاسد الخیال ہے وہ لوگ اس کی طرف توجہ نہیں کرتے پس اے عزیز جان لے کہ جب مہدی علیہ السلام اور آپ کے صحابہؓ اس قبیلہ سے ہیں کہ اللہ کے دیدار اور اللہ کی معرفت و محبت کی باتیں کرتے ہیں تو بالضرور علماءِ زمانہ (طالبان دنیا) ان کو گمراہی کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اپنی جہالت کی وجہ سے ان سے دشمنی کرتے ہیں چنانچہ یہ مشہور ہے کہ آدمی دشمنی مول لیتا ہے اپنی جہالت کی وجہ سے اور جاہل آدمی اگر اللہ کے دیدار سے انکار کرتا ہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ بشر کا علم ہی خود حجاب ہوتا ہے (تو پھر جہل کیوں حجاب نہ ہو گا) چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ علم اللہ کا بڑا حجاب ہے اور یہ حجاب دور نہیں ہوتا جب تک کہ بشر بشریت کی قید سے پوری طرح سے نکل نہ جاوے چنانچہ ایک عارف کہتا ہے۔

تو کہتا ہے علم اور عقل سے خدا کو تلاش کروں گا
تو نادیدہ شخص ہے میں تجھ کو کیا کہوں
جہاں اس دَم کی رسائی ہے
وہاں علم و عقل حجاب اعظم ہے
ایسا علم طلب کر جو تیرے ساتھ رہے
وہ دَم طلب کر جو تجھ کو تیری خودی سے بچائے
جب تک تو علم فریضہ و علم معرفت نہیں پڑھیگا
تحقیق اللہ کے صفات کو نہیں جانے گا۔

یعنی آدمی جب تک بشریت کے قید سے نہ نکل جائے اور آزاد نہ ہوجائے اور اللہ کے اخلاق پیدا کرو کی شان حاصل نہ کرے اللہ کی معرفت کے لائق نہ ہوگا چنانچہ ایک عارف کہتا ہے۔

مثنوی

اپنی ذات سے کوئی شخص خدا کو نہ پہچان سکا
اس کی ذات کو اسی سے پہچان سکتے ہیں
نفس عقل اور حواس کے باوجود
خدا شناس کیسے ہو سکتے ہیں

پس ان عارفوں کے اقوال سے معلوم ہوا کہ جو شخص خدا کے دیدار اور خدا کی معرفت کو طلب کرے تو اس کو چاہیئے کہ خودی سے باہر آئے اور مرنے سے پہلے مرو کا رتبہ حاصل کرے چنانچہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ تم میں سے کوئی مرنے تک اپنے رب کو نہیں دیکھے گا اور اجماع مشائخین کا ذکر جو کتاب تعریف میں لایا ہے کہ اللہ دنیا میں نہیں دیکھا جاتا اور کوئی مخلوق اس کو نہیں دیکھتی اس قول کو بعض نادان لوگ دیدار کے خلاف میں دلیل ٹھیراتے ہیں اور نہیں جانتے کہ یہ قول طالبان حق کی ترغیب کے لئے ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص خدا کو طلب کرے اور خدا کے دیدار کا طالب ہو تو اس کو چاہیئے کہ دُنیا اور اہل دُنیا سے ہٹ جائے بشریت کی صفت سے نکل

جائے اور فنا کا مرتبہ حاصل کرے کہتے ہیں کہ ایک شخص مصطفیٰ ﷺ کے حضور میں آیا اور سوال کیا یا رسول اللہ ﷺ دنیا کیا ہے؟ انحضور ﷺ نے فرمایا کہ تیری دنیا تیرا نفس ہے جب تو نفس کو فنا کردے گا تو اس کے لئے نہ دنیا رہتی ہے اور نہ اہل دنیا اور جب یہ حجاب (دنیا اور اہل دنیا) اٹھا دیئے جائیں تو پھر کوئی دوسری چیز دیدار خدا کی مانع نہیں چنانچہ خدائے پاک و برتر نے فرمایا ''فَمَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا یُشْرِکْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ہ (جز۱۶، رکوع ۳)'' ''تو جس کو امید ہو اپنے پروردگار کے دیدار کی تو چاہیئے کہ عمل صالح کرے (ترک دنیا کرے) نہ شریک کرے اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو''۔ جان اے عزیز کہ فنا اور عمل صالح کی کیفیت سے بعضے لوگ بے خبر ہیں اور اپنی بے خبری کی وجہ سے ان، اقوال کو جو رفع حجاب کے لئے آئے ہیں ان کو دیدار خدا کی نفی پر دلیل ٹھیراتے ہیں اور نہیں جانتے کہ یہ محض خطا ہے کیونکہ اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ دنیا میں خدا کا دیدار جائز نہیں اور آخرت میں جائز ہے تو وہ شخص خدائے تعالیٰ کو عاجز ٹھہراتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ پر کسی چیز کا اطلاق کسی وقت بھی جائز ہوتا ہے تو وہ تمام اوقات میں جائز ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کوئی وصف حادث نہیں ہے اور تمام علماء اہل دین اور مشائخین صاحب یقین دنیا میں خدا کے دیدار کے جائز ہونے پر متفق ہیں اور اہل سنت والجماعات میں سے کوئی ایک بھی دنیا میں جواز رویت میں اختلاف نہیں کرتے بعض لوگوں کو وقوع میں اختلاف ہے اور ان میں سے اکثر مصطفےٰ ﷺ کو شب معراج میں دیدار ہونے کی گواہی دیتے ہیں چنانچہ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم محمد ﷺ نے اپنے رب کو اپنی دونوں انکھوں سے دیکھا اور نیز صاحب مغنی نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ کیا تم کو اس بات سے تعجب ہے کہ خلت ابراہیمؑ کے لئے ہو اور کلام موسیٰؑ کیلئے ہو اور دیدار محمد ﷺ کے لئے ہو اور تفسیر رحمانی میں آیت '' وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی ہ (جز۲۷، رکوع ۵)'' ''(اور بے شک دیکھا محمد ﷺ نے خدا کو) کے بیان میں آیا ہے کہ یعنی دیکھا اپنے رب کو جس وقت کہ نزول ہوا''۔

اس کے نزول اول کے سوائے اور تفسیر ویلمی میں آیت ھٰذا ماکذب الفواد الخ (نہیں جھوٹ ملایا پیغمبر کے دل نے اس معاملہ میں جو دیکھا) کے بیان میں لایا ہے کہ یعنی نہیں جُھٹلایا دل نے اور نہ انکار کیا اور نہ شک کیا اس میں جس کو دیکھا آپ ﷺ نے اور مشاہدہ کیا بصر سے اپنے رب کا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا پس جھگڑتے

ہوتم اس سے اس پر جو دیکھا ہے محمدﷺ اپنے رب کی ذات وصفات کو پس نہ شک کروتم اس میں یہ رویت نبیﷺ کی ہے کہ اپنے رب کو سر کی آنکھ سے دیکھا روبرو کا دیکھنا اور دیکھا اللہ کو دوسری مرتبہ اور خود مصطفےؐ بھی گواہی دیتے ہیں جہاں کہ آپﷺ نے فرمایا کہ میں نے شب معراج میں اپنے رب کو اچھی صورت میں دیکھا اور دوسری جگہ آنحضرتﷺ نے ابوذرؓ سے فرمایا جب انھوں نے پوچھا کہ کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا تو آنحضورﷺ نے فرمایا کہ میں اس کو دیکھتا ہوں صحابہؓ کے اقوال بھی رویت کی گواہی دیتے ہیں چنانچہ عمرؓ کا قول لایا گیا ہے کہ میں نے نہیں دیکھا کسی چیز کو مگر اس حال میں کہ دیکھا میں نے اللہ کو اس میں اور علیؓ بھی فرماتے ہیں کہ محمدﷺ کی قسم نہیں عبادت کی میں نے اپنے رب کی یہاں تک کہ نہیں دیکھا میں نے اس کو اور عبداللہ بن عمرؓ کے قصہ سے زاہدی میں لایا ہے کہ عبداللہ طواف گاہ میں ٹھیرے ہوئے تھے اور عثمانؓ ان پر سے گذرے اور سلام کیا عبداللہ نے جواب نہیں دیا عثمان گئے اور عمرؓ کے سامنے شکایت کی اور کہا کہ آپ کے فرزند عبداللہ کو میں نے سلام کیا انھوں نے جواب نہیں دیا عمرؓ نے اپنے فرزند پر عتاب کیا اور کہا کہ اے لڑکے تو نے عثمانؓ کی فضیلت نہ پہچانی اور اس کے سلام کا جواب نہیں دیا، عبداللہ نے عذرخواہی کی اور کہا کہ ہم اس وقت خدا کو دیکھ رہے تھے اور ہم باہم ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے میں خدا کو دیکھ رہا تھا اور خدا مجھ کو دیکھ رہا تھا اور میں اس وقت اپنی خودی سے اور ان کے سلام سے بے خبر تھا اور اکثر قرآن کی آیتیں بھی اسی معنی پر دلالت کرتی ہیں اور اسی کے موافق ہے چنانچہ حق سبحانہ، وتعالیٰ نے فرمایا ہے ''فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّ خَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا (جز ۹، رکوع)'' ''پھر جب تجلی کی اس کے پروردگار پہاڑ پر کردیا اس کو ریزہ اور گر پڑا موسیٰ بیہوش'' اور یہ آیت اللہ تعالیٰ کے دیدار کے بارے میں نص ہے اور ان ہی وجوہ سے دیدار کے منکروں کی جہالت ظاہر ہو جاتی ہے اور امام زاہد نے اپنی تفسیر میں لایا ہے کہ بعض علماء کا یہ کہنا ہے کہ دنیا میں اللہ کا دیدار محالات سے ہے جائزات سے نہیں ہے ان کا یہ کہنا خطا ہے اسلئے کہ موسیٰؑ نے دنیا میں دیدار کا سوال کیا گر دنیا میں دیدار ہونا محالات سے ہوتا تو (یہ ماننا پڑے گا کہ) موسیٰؑ نے کلیم اللہ، حبیب اللہ اور عبداللہ ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ سے امر محال کا سوال کیا اور ہم موسیٰؑ کے متعلق ایسی بدگمانی نہیں کرتے اور نہ ہم کسی نبی کے متعلق ایسا گمان کرتے اور بعض علماء نے۔۔۔''كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ہ (جز ۲۷، رکوع ۱۲)'' (جو زمین پر ہے فنا ہونے والا ہے) کی

آیت سے استدلال کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ دار دنیا میں دیدار جائز نہیں یہ بھی انکی غلطی، کیونکہ موسیٰؑ کو اپنی موت کا یقین تھا اس کے باوجود موسیٰؑ نے دارِ دُنیا میں دیدار کا سوال کیا تو پھر دنیا میں دیدار جائز ہوا صاحب مدارک نے اپنی تفسیر میں لن ترانی کی آیت کے بیان میں لایا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ اے موسیٰ تم سوال کر کے فانی آنکھ سے مجھے ہرگز نہ دیکھو گے بلکہ ہمارے فضل و عطا سے تم اپنی چشم باقی سے ہم کو دیکھو گے۔ ہماری دلیل بھی یہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں ہرگز نہیں دیکھا جاوں کہ البتہ جواز دیدار کی نفی ہو جاتی اے عزیز جان کہ علماء اور مشائخین بھی دیدار کے جائز ہونے کی گواہی دے رہے ہیں اور آنحضرتﷺ کے بعض صحابہؓ بھی آنحضرتﷺ سے دیدار کے جواز کی روایت کر رہے ہیں پس جو شخص کہ دیدار سے انکار کرے گا اور کہے گا کہ دنیا میں ہرگز دیدار جائز نہیں تو اس کا حال کیا ہوگا اور اس کا نام کیا رکھیں گے اور کس زمرہ میں اس کا شمار کریں گے۔ بالضرور اس کا شمار اس زمرہ میں ہوگا جن کے احوال کی خبر خدائے تعالیٰ نے اپنے کلام میں دی ہے چنانچہ حق سبحانہ تعالیٰ نے فرمایا ''قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ط حَتّٰى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا (جز۷،رکوع۱۰)'' ''وہ لوگ نقصان میں رہے جنھوں نے جھوٹ جانا اللہ کے دیدار کو یہاں تک کہ جب ایک دن ان پر قیامت آپہنچے گی تو چلّا اٹھیں گے کہ ہائے افسوس ہماری اس کوتاہی پر جو ہم نے قیامت کے بارے میں کی ہے'' اس کے علاوہ قرآن میں اور بہت سی آیتیں ہیں جو منکران دیدار کو دھمکی دینے پر گواہی دے رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِى الْاٰفَاقِ وَ فِىْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ط اَوَ لَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ شَهِيْدٌ ہ اَلَآ اِنَّهُمْ فِىْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ط اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَىْءٍ مُّحِيْطٌ ہ (جز۲۵، رکوع۱)'' ''عنقریب ہم ان کو دکھلائیں گے اپنی نشانیاں دنیا کے اطراف میں اور ان کے اپنے درمیان میں بھی یہاں تک کہ ان پر کھل جائے کہ یہ برحق ہے کیا یہ کافی نہیں کہ تیرا پروردگار ہر چیز پر مطلع ہے آگاہ ہو کہ یہ لوگ شک میں پڑے ہوئے ہیں اپنے پروردگار کے دیدار سے آگاہ ہو کہ بے شک اللہ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے'' پس اے عزیز جان کہ جو شخص دنیا کو اپنا گھر اور اپنی پناہ کی جگہ بنایا ہو اور خدائے تعالیٰ کی یاد اور اس کی محبت سے و معرفت سے منہ پھیر الیا ہو اور اس کی معلومات کی انتہا اس درجہ پر پہنچی ہو کہ اس کے ہر قول و فعل کا مقصد صرف

دنیا ہوتو نا چار ایسے ہی شخص کے حق میں (اپنے حبیب کو) خدا کا فرمان ہوتا ہے ''فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰی عَنْ ذِکْرِنَا وَ لَمْ یُرِدْ اِلَّا الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا ط ذٰلِکَ مَبْلَغُھُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ط (جز۲۷، رکوع۶)'' ''پس تو اس سے منھ پھیر لے جو ہمارے ذکر سے منھ پھیر لیا اور نہ طلب کرے مگر دنیا کی زندگی یہیں تک ان کے علم کی رسائی ہے''۔ نصاب الاخبار میں لایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ آدمیوں میں بڑا شریر آدمی کون ہے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ عالم جب فساد کرنے لگے عالم کا فساد یہ ہے کہ علم کے ذریعہ سے مال و دولت اور مرتبہ و منزلت حاصل کرے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے ''فَخَلَفَ مِنْ م بَعْدِھِمْ خَلْفٌ وَّ رِثُوا الْکِتٰبَ یَاْ خُذُوْنَ عَرَضَ ھٰذَا الْاَدْنٰی وَ یَقُوْلُوْنَ سَیُغْفَرُ لَنَا وَ اِنْ یَّاْتِھِمْ عَرَضٌ مِّثْلُہٗ یَاْخُذُوْہُ ط (جز۹، رکوع۱۱)'' ''پھر آئے ان کے بعد ایسے ناخلف کہ وارث بنے کتاب کے لیتے ہیں اسباب اس دنیائے دوں کا اور کہتے ہیں کہ ہم کو معاف ہو جائے گا اور اگر ان کے سامنے آوے کوئی دنیاوی چیز اس جیسی تو اس کو لے لیں'' جن لوگوں کے حق میں خدا اور رسول خدا ﷺ ایسی خبر دیتے ہیں تو پھر ایسے شخص کو پیغمبروں خدا کی کتاب اور مہدی علیہ السلام کے ساتھ کیا غرض باقی رہ جاتی ہے کیونکہ تمام پیغمبر اور ان کے تمام تابعین اللہ کی توحید اور اللہ کی معرفت و محبت کی باتیں کرتے ہیں اور دنیا سے ہٹاتے ہیں اور خدا کی عبادت اور اطاعت کی ترغیب دیتے ہیں تو یہ باتیں ان لوگوں کی (طالبان دنیا کی) خواہش نفسانی کی مخالف ہوتی ہیں تو یہ لوگ بالضرور پیغمبروں اور ان کے تابعین کو جھوٹے کہتے ہیں اور ان کو قتل کر دیتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''پس کیا جب کبھی لائے تمہارے پاس کوئی رسول وہ حکم کہ پسند نہ کرتے تھے تمہارے نفس تو تم تکبر کرنے لگے پھر ایک جماعت کو تم نے جھٹلایا اور ایک جماعت کو قتل کر ڈالتے تھے'' اور چونکہ مہدی علیہ السلام رسول ﷺ کے تابع ہیں اور اللہ کی توحید اور اللہ کی معرفت و محبت کی بات کہتے ہیں اور مخلوق کو خدا کی طرف بلاتے ہیں اور تمام اہل دنیا سے ہٹاتے تو مہدی علیہ السلام کو بھی جھوٹے بولنا طالبان دنیا کے لئے ضرور ہوا اور مہدی علیہ السلام کے حق ہونے کے بارے میں ایسا ہی اختلاف کرتے ہیں جیسا کہ مصطفےٰ ﷺ کے حق ہونے کے بارے میں اختلاف کئے اور یہ کہا کہ یہ محمد ﷺ وہ نہیں ہیں جن کی خبر اللہ تعالیٰ نے ہماری کتاب میں دی ہے اور آپ کے پیش کئے ہوئے کلام اللہ کو اساطر الاولین (اگلے لوگوں کی کہانیاں) کہتے تھے کبھی آپ ﷺ کو جادوگر کہتے تھے اور کبھی شاعر اور کبھی مفتری

اور کبھی دیوانہ،اسی طرح کی بہت سی ناشائستہ صفتوں سے مصطفےٰﷺ کو منسوب کرتے تھے اور آپ سے کج بحثی کرتے اور کہتے تھے کہ ہم تجھ پر ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ تو اپنی نبوت پر دلیل پیش نہیں کرے گا اور ہم کو نشان نہ بتائے گا باوجود اس کے کہ نبوت کی تمام دلیلیں آپﷺ کی ذات اقدس میں ثابت تھیں اور یہ لوگ نہ پہچاننے کی وجہ سے انکار کر رہے تھے اور جو دلیلیں نبوت کے ثبوت پر دلالت کرتی ہیں یہ ہیں کہ علماء سلف نے کہا ہے کہ بنی آدم کی نبوت کے طریق معرفت میں علماء کو اختلاف ہے۔ متکلمین کہتے ہیں کہ معجزات کا ظہور باعث معرفت ہوتا ہے اور اہل دل اصحاب کی ایک جماعت کہتی ہے کہ نبیﷺ کا حال خود نبیﷺ کی نبوت کا گواہ ہوتا ہے اور یہ حال دو چیزوں میں منحصر ہے پہلی چیز مخلوق کو خالق کی اطاعت و معرفت کی ترغیب دینا اور دوسری چیز مخلوق کو دُنیا کی طلب سے ہٹانا ہے یہ دونوں صفتیں ہم نے محمد رسول اللہﷺ کی ذات میں پائیں کیونکہ (آپﷺ کا پورا مقصد یہی تھا کہ مخلوق کو غیر خدا کی خدمت چھڑا کر خُدا کی خدمت میں لگا دینا) اور کبھی آپﷺ نے دنیا اور لذات و شہوات کی طرف توجہ نہیں کی پس آپکا حال آپﷺ کی پیغمبری کی صداقت پر دلیل ہے اور چونکہ مہدی علیہ السلام مصطفےٰﷺ کے تابع تام ہیں جیسا کہ نبیﷺ نے فرمایا کہ مہدی میرے نقشِ قدم پر چلے گا اور خطا نہیں کرے گا پس مہدی علیہ السلام کی مہدیت کے لئے یہی دلیل کافی ہے اور یہ علامت مسلمانوں کی ایک جماعت نے آپکی ذات میں پائی اور تحقیق کی اور احادیث سے دوسرے دلائل بھی ثابت ہوئے ہیں چنانچہ بخاری و مسلم میں اور مصابح مشارق اور قرطبی میں یہ ہے کہ نبی کریمﷺ نے فرمایا مہدی مجھ سے ہوگا روشن پیشانی والا اونچی ناک والا اور پیوستہ ابرو والا اور نبیﷺ نے فرمایا کہ وہ (مہدیؑ) میرے نقش قدم پر چلے گا اور خطا نہیں کرے گا اور نبیﷺ نے فرمایا کہ راضی ہو جائیں گے اس سے (مہدیؑ سے) زمین اور آسمان کے رہنے والے اور نہیں چھوڑے گا آسمان اپنی بارشوں میں سے کسی چیز کو مگر اس کو برسا دے گا اور نہیں چھوڑے گی زمین اپنی نباتات میں سے کسی چیز کو مگر اس کو اگا دے گی یہاں تک کہ آرزو کریں گے زندے مُردوں کی اور علماء اہل تحقیق نے اس حدیث کی شرح یوں کی ہے کہ آپ کے (مہدیؑ کے) حسن اخلاق سے تمام فرشتے پریاں اور آدمیاں راضی ہو جائیں گے اور نہیں چھوڑے گا آسمان اپنی بارشوں میں سے کسی چیز کو مگر اس کو برسا دے گا اور نہیں چھوڑے گی زمین اپنی نباتات میں سے کسی چیز کو مگر اس کو اگا دے گی یہاں تک کہ آرزو کریں گے زندے

مردوں کی یعنی آپ کے زمانے میں آسمان اور زمین سے تمام رحمت کے دروازے اللہ تعالیٰ کھول دے گا اور صلاحیت رکھنے والوں کے دلوں پر اللہ کے فیض کی کامل بارش ہوگی اور ان کے دلوں میں اللہ کی توحید ومعرفت کے جتنے بھی تخم ہوں گے وہ سب اگیں گے اور حیات کا اثر ان کی ذاتوں میں پیدا ہوگا یہاں تک کہ وہ آرزو کریں گے کہ کاش اس زمانہ میں ہمارے مردے زندہ ہوتے اور نبی ﷺ نے فرمایا کہ امّت پر ایک آرائش ہوگی یہاں تک کہ کسی کو کوئی پناہ گاہ نہیں ملے گی جس میں وہ پناہ لے پس (اس خطرناک حالت کو دور کرنے کے لئے) اللہ تعالیٰ میری اہل بیت سے ایک مرد کو مبعوث کرے گا اس کا نام میرا نام ہوگا اور نبی صلعم نے فرمایا میری اُمّت کیسے ہلاک ہوگی کہ میں اس کے اول میں ہوں اور عیسیٰؑ اس کے آخر میں ہیں اور میری اہل بیت سے مہدیؑ اس کے درمیان ہے نبی ﷺ نے فرمایا کہ اگر دنیا ختم ہوکر ایک دن بھی باقی رہ جائے تو اللہ تعالیٰ اس دن کو اتنا لمبا کرے گا کہ میری آل میں سے ایک مرد کو مبعوث کرے گا پس وزمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جیسا کہ وہ جور وظلم سے بھری گئی تھی نبی صلعم نے فرمایا سنو اے لوگو میں تمہارے ہی جیسا بشر ہوں قریب ہے کہ میرے پاس میرے رب کا قاصد آئے اور میں اس کی دعوت کو قبول کروں (میری رحلت قریب ہے اور میں تم میں دو بڑی بھاری چیزوں کو چھوڑ کر جا رہا ہوں) ان میں سے ایک اللہ کی کتاب ہے جس میں نور اور ہدایت ہے پس تم خدا کی کتاب کو لو اور اس کو مضبوط پکڑے رہو اور دوسری میری اہل بیت (میں اپنی اہل بیت میں تم کو اللہ کو یاد دلاتا ہوں) اور نیز حضرت مصطفےٰ ﷺ نے ابوذرؓ سے فرمایا ہے کہ مسکین ابوذرؓ تنہا چل رہا ہے اور اللہ آسمان میں تنہا ہے اور ابوذر زمین میں تنہا ہے ابوذر تنہا کے لئے تنہا ہو جا بے شک اللہ جمیل ہے جمال کو دوست رکھتا ہے پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے ابوذر کیا تو جانتا ہے کہ میرا غم اور میری فکر کیا ہے اور مجھے کس بات کا شوق ہے تو آپؐ کے اصحابؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ آپؐ ہم کو بتایئے کہ آپ ﷺ کو کیا غم اور کیا فکر ہے پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ آہ میرے بھائیوں کی ملاقات کا شوق ہے تو آپ ﷺ کے اصحابؓ نے کہا کہ ہم آپ ﷺ کے بھائی ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میرے اصحاب ہو اور وہ میرے بھائی ہیں جو میرے بعد ہونے والے ہیں ان کی شان انبیاء کی شان جیسی ہوگی اور وہ اللہ کے پاس شہیدوں کے مرتبہ میں ہوں گے خدا کی خوشنودی کے لئے وہ اپنے ماں باپ بھائی بہن اور بچوں سے بھاگیں گے اور وہ خدائے تعالیٰ کے لئے مال ودولت کو ترک کر دیں گے اور ان کی تواضع ایسی

ہوگی کہ اپنی ذاتوں کو حقیر سمجھیں گے شہوتوں اور دنیا کی فضول باتوں کی رغبت نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کے گھروں میں کسی ایک گھر میں جمع رہیں گے اللہ کی محبت کی وجہ سے غمگین اور رنجیدہ رہیں گے ان کے دل اللہ کی طرف لگے رہیں گے اور ان کا رزق اللہ کی جانب سے ہوگا، اور ان کا سارا کام خاص اللہ کے لئے ہوگا ان میں سے کوئی ایک بیمار ہوگا تو اللہ کے پاس اس کی بیماری ہزار برس کی عبادت سے افضل ہوگی اے ابوذرؓ اگر تو چاہتا ہے تو میں اور بھی کچھ کہنا چاہتا ہوں ابوذرؓ نے کہا میں نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان میں سے کوئی مرے گا تو اس کی موت آسمان میں رہنے والوں کی موت کے مانند ہوگی کیوں کہ اللہ کے پاس ان کی بزرگی ایسی ہی ہے اے ابوذرؓ اگر تو چاہتا ہے تو میں کچھ اور کہنا چاہتا ہوں۔ ابوذرؓ نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر ان میں سے کسی ایک کے کپڑے میں سے کوئی جوں اس کو کاٹے تو اللہ کے پاس ستر حج اور غزووں کا ثواب ملے گا۔ اور اولاد اسمٰعیلؑ کے چالیس غلاموں کو آزاد کرنے کا ثواب ملے گا۔ ان میں سے ہر ایک بارہ ہزار کے مقابلہ کا ہوگا۔ اے ابوذرؓ اگر تو چاہتا ہے تو میں کچھ اور کہنا چاہتا ہوں ابوذرؓ نے کہا میں نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہؐ، رسول اللہؐ نے فرمایا ان میں سے ایک اپنے اہل وعیال کو یاد کرے گا پھر غمگین ہوگا تو اس کی ہر سانس کے عوض ہزار ہزار درجہ ملیں گے رسول اللہؐ نے فرمایا اے ابوذرؓ اگر تو چاہتا ہے تو میں کچھ اور کہنا چاہتا ہوں۔ ابوذرؓ نے فرمایا میں نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان میں کا ایک اپنے اصحاب کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھے گا تو وہ اللہ کے پاس اس آدمی سے افضل ہے جو نوح علیہ السلام کی عمر ہزار سال پا کر کوہ لبنان میں اللہ کی عبادت کرتا ہو رسول اللہؐ نے فرمایا اے ابوذرؓ اگر تو چاہتا ہے تو میں کچھ اور کہنا چاہتا ہوں ابوذرؓ نے کہا میں نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انمیں سے ایک تسبیح پڑھے گا تو بہتر ہے اس کے لئے قیامت کے دن اس بات سے کہ اس کے ساتھ دنیا کے پہاڑ سونا بن کر چلیں رسول ﷺ نے فرمایا اے ابوذرؓ اگر تو چاہتا ہے تو میں کچھ اور کہنا چاہتا ہوں ابوذرؓ نے کہا میں نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ان لوگوں میں سے کسی ایک کے گھر کی طرف ایک نظر بھی دیکھے گا تو وہ اللہ کے پاس بیت اللہ کو دیکھنے سے زیادہ محبوب ہوگا اگر کوئی شخص ان میں سے کسی ایک کو دیکھے گا تو گویا وہ اللہ کو دیکھ رہا ہوگا اور جو شخص ان میں سے ایک کی ستر پوشی کرے گا تو گویا اس نے

اللہ کی ستر پوشی کی اور اگر ان میں سے کسی ایک کو کھانا کھلائیگا تو گویا اس نے اللہ کو کھانا کھلایا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابوذرؓ اگر تو چاہتا ہے تو میں کچھ اور کہنا چاہتا ہوں ابوذرؓ نے کہا میں نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان کے پاس اگر ایسے لوگ بیٹھیں گے جو بار بار گناہ کئے ہوں اور گناہوں سے بھرے ہوئے ہوں گے جب وہ انکے پاس سے اٹھنے لگیں گے تو اللہ ان کو نظر رحمت سے دیکھے گا اور اللہ کے پاس ان کی کرامت کی وجہ سے ان بیٹھنے والوں کے گناہوں کو اللہ معاف کر دے گا اے ابوذرؓ ان کا ہنسنا عبادت ہے اور ان کی خوش طبعی تسبیح ہے اور ان کی نیند زکوٰۃ ہے اللہ تعالیٰ ہر روز ان کو ستر دفعہ نظر رحمت سے دیکھتا ہے اے ابوذرؓ میں ان کے دیدار کا مشتاق ہوں پھر تھوڑی دیر تک اپنے سر کو رسول اللہ ﷺ نے جھکا لیا پھر اپنا سر اٹھایا اور روئے یہاں تک کہ آپ ﷺ کی ہر دو چشم مبارک سے آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا کہ مجھے ان کے دیدار کا کیا ہی شوق ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ ان کی حفاظت کر اور ان کے مخالفین کے مقابلہ میں ان کی مدد فرما اور قیامت کے دن ان کی مدد فرما اور قیامت کے دن ان کے دیدار سے میری آنکھ ٹھنڈی کر اور آپ ﷺ نے یہ آیت شریفہ پڑھی ''سنو بیشک اللہ کے اولیاء نہ ان کو کسی کا ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہوتے ہیں'' اور یہ حدیثیں مہدی علیہ السلام کے حق میں وارد ہوئی ہیں علماء سلف نے ان احادیث کو تواتر کے درجہ میں رکھا ہے چنانچہ قرطبی میں لایا ہے کہ نبی ﷺ سے مہدی علیہ السلام کے حق میں جو حدیثیں مروی ہیں حد تواتر کو پہنچ چکی ہیں اور ان کے راوی بکثرت ہیں۔ اور بعض حدیثیں جو باہم متعارض ہیں علماء سلف نے ان کی تطبیق اس طرح دی ہے کہ مہدی علیہ السلام کا آنا حق ہے اور علامتوں میں اختلاف ہے چنانچہ شعب الایمان میں کہا ہے کہ لوگوں کو مہدی علیہ السلام کے امر میں اختلاف ہے اور ایک جماعت نے توقف کیا ہے اور علم حقیقی کا حوالہ عالم حقیقی حق تعالیٰ کی طرف کیا ہے اور یہ اعتقاد رکھا ہے کہ مہدی علیہ السلام فاطمہؓ بنت رسول اللہ ﷺ کی اولاد میں سے ایک ہے جو آخری زمانہ میں نکلے گا اور شرح مقاصد میں کہا ہے کہ علماء اس بات کی طرف گئے ہیں کہ مہدی علیہ السلام اولاد فاطمہؓ میں سے امام عادل ہے اللہ جب چاہے گا اس کو پیدا کریگا اور اپنے دین کی نصرت کے لئے اس کو مبعوث کرے گا۔ اور دوسری بہت سی روایتیں ہیں چنانچہ فتوحات میں کہتا ہیکہ سنو بے شک خاتم الاولیاء موجود ہونے والا ہے جب کہ امام العارفین کا وجود نہیں رہے گا۔ وہ سید مہدیؑ ہے جو آل احمدؐ سے ہوگا وہ ہندی تلوار ہے جس

وقت کہ وہ مٹائے گا بدعتوں کو اور گمراہیوں کو وہ آفتاب ہے جو ہر تاریکی اور اندھیرے کو دور کر دیتا ہے وہ موٹے بوندوں والی موسمی بارش ہے اپنی فیض رسانی میں اور حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہٗ نے فرمایا ہے کہ اے میرے عزیز بیٹے جب ترک حملہ کریں تو مہدی علیہ السلام کا انتظار کر مہدیؑ صاحب حکومت ہوگا اور انصاف کریگا اور آل ہاشم میں سے سلاطین زمین ذلیل ہو جائیں گے اور بیعت کیا جائے گا ان میں سے وہ شخص جو کمزور اور کم طاقت ہوگا بچوں میں سے ایک بچہ ہوگا اور وہ صاحب الرائے نہیں ہوگا اور نہ اس کے پاس کوئی کوشش ہوگی اور نہ وہ صاحب عقل ہوگا اور پھر تم میں سے ایک حق کو قائم کرنے والا قائم ہوگا۔ اور حق کے ساتھ تمہارے پاس آئے گا اور حق پر عمل کرے گا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کا ہم نام ہوگا میری جان اس پر فدا ہو، اے میرے بچو! تم اس کو مت چھوڑو اور اس سے بیعت کرنے جلدی کرو اور یہ اوصاف جو ان احادیث اور روایات میں ثابت ہوئے ہیں سید محمد مہدیؑ کی ذات میں پیدا ہیں ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ اللہ کا مقصود مہدیؑ کے بھیجنے میں یہ ہے کہ دین خدا کی نصرت کرے اور اس ذات کے واسطے لوگ اللہ کی توحید اور اللہ کی معرفت حاصل کریں پس دوسری علامتیں جن میں اختلاف ہے وہ مقصود کے خلاف ہیں [مقصود کے خلاف ہیں یعنی اللہ کی توحید اور اللہ کی معرفت کی دعوت کے خلاف ہے] اگر وہ مہدیؑ میں نہ پائی جائیں اور محض ان علامتوں کی وجہ سے اگر کوئی شخص اس ذات کو دروغ گو کہے اور اس سے مخالفت کرے تو اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے کیونکہ مہدی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں جو کچھ کرتا ہوں اور جو کچھ کہتا ہوں بذریعہ اس چیز کے ہے جو مجھ کو خدا سے پہنچتی ہے اور اس دعویٰ کے ثبوت پر کتاب خدا سے دلیل لائی ہے اور یہ دو حال سے خالی نہیں ہے۔ یا وہ سچ کہہ رہے ہیں یا جھوٹ کہہ رہے ہیں تو اس کا بوجھ اور نقصان ان کی ذات پر ہے کہ زیادہ ظالم ہیں اور اگر یہ سچ کہہ رہے تو نقصان اور بوجھ جھٹلانے والوں پر ہے کہ یہ لوگ زیادہ ظالم ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ ط اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ہ (جز ۱۱، رکوع ۷)'' ''اس سے بڑھ کر ظالم کون جو بہتان باندھے اللہ پر جھوٹا یا جھٹلائے اس کی آیتوں کو بے شک بھلا نہیں ہوتا گنہگاروں کا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''وَ اِنْ یَّکُ کَاذِبًا فَعَلَیْہِ کَذِبُہٗ ج وَ اِنْ یَّکُ صَادِقًا یُّصِبْکُمْ بَعْضُ الَّذِیْ یَعِدُکُمْ ط (جز ۲۴، رکوع ۹)'' ''اور اگر یہ جھوٹا ہے تو اسی پر پڑے گا اس کے جھوٹ کا وبال اور اگر سچا ہے تو تم پر آپڑے گا اس

کے اس (عذاب) میں سے جس کا یہ تم سے وعدہ کرتا ہے'' اور اس آیت کو اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے دل کی تسلی اور ترغیب کے لئے بھیجا ہے کیونکہ ہر زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے رسول کو بھیجا ہے تو اہل زمانہ نے اختلاف کیا اور جھٹلا نے والوں نے مومنوں پر طعنہ زنی کی اور مخالفت کی اور کہا کہ کس لئے جھوٹے کی بات پر اعتماد کرتے ہو ہلاک ہو جاؤ گے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایسا نہیں ہے بلکہ خدا کا احسان صادقوں پر جو خدا کے لئے خدا کے رسول کے فرماں بردار ہوئے اور اس کے جھوٹ کا نقصان ان پر عائد نہیں ہوتا ہے اگر خدا کا رسول اپنے دعویٰ میں سچّا ہے تو خدا کی نعمت کے وعدے صادقوں کے لئے ہیں پس طالبان حق اور صاحبان عقل کے لئے اسی قدر کافی ہے اللہ تعالیٰ نے صاحبان عقل کے احوال سے اپنے کلام میں خبر دی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اے ہمارے رب ہم نے سنا ایک منادی کو کہ ندا کرتا ہے ایمان کی ایمان لاؤ تم اپنے رب پر تو ہم ایمان لائے'' مہدی علیہ السلام بھی منادیوں کے منجملہ ایک منادی ہے اور یہی ندا کرتا ہے کہ تم ایمان لاؤ اپنے پروردگار پر اور جب اصحاب عقل نے مہدی علیہ السلام کی یہ ندا سُنی تو دیکھا کہ مخبر صادق ہے اور اس کی ندا حق ہے پس فوراً مطیع ومنقاد ہو گئے اور کہا کہ ہم ایمان لائے پس جان اے عزیز جس کو اللہ تعالیٰ اس دعویٰ مہدیت کا اہل بنایا ہو اور اس کے اقوال وافعال اس کے کمال پر دلالت کرتے ہوں تو یہی بات اس کی تصدیق واجب کرنے والی ہے جو اس کی ذات میں پائی جارہی ہے اس کے تمام احوال وافعال خدا کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ موافق ہیں پس جو شخص کہ حسد وعناد کی وجہ سے ایسی ذات سے دشمنی اور مخالفت کرے گا تو وہ شخص کتاب خدا اور رسولِ خدا ﷺ کا مخالف ہو گا اور علماء سلف کے اجتماع سے باہر ہو جائیگا۔ کیونکہ سلف کا اتفاق اس بات پر ہے کہ جو حکم کتاب وسنت سے ثابت ہوا ہو وہ تصدیق کو واجب کرنے والا ہوتا ہے ایمان کے بارے میں علماء سلف نے اس طرح گفتگو کی ہے۔

مقصد ثانی: اس باب میں کہ ایمان کیا بڑھتا اور گھٹتا ہے اس کو ایک جماعت میں ثابت کیا ہے اور دوسروں نے اس کی نفی کی ہے امام رازی اور بہت سے متکلمین نے کہا ہے کہ یہ بحث لفظی ہے کیونکہ یہ تفسیر ایمان کی فرع ہے اگر ہم ایمان کی یہ تعریف کریں کہ وہ تصدیق ہے تو ایمان گھٹنے اور بڑھنے کو قبول نہیں کرتا کیونکہ

واجب وہ یقین ہی ہے اوراس میں کمی وبیشی کوقبول کرنے کی صلاحیت نہیں ہے نہ اس کی ذات کے اعتبار سے اور نہ اس کے متعلق کے اعتبار سے اس لئے نہیں کہ کمی بیشی نقیض (کیونکہ گھٹنا اور بڑھنا دونوا ایک دوسرے کی نقیض ہیں پس جتنا گھٹ سکتا ہے اتنا ہی بڑھ سکتا ہے پس یہی معنی احتمال نقیض کے ہیں۔) کے احتمال کو کہتے ہیں اور وہ یعنی احتمال اگر چہ کہ بعید ترین وجہ کے ساتھ ہو یقین کے منافی ہے اور یقین کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتا اور بہ اعتبار متعلق اس لئے نہیں کہ تمام وہ چیزیں ہیں جو بالضرورت مانی گئی ہیں رسولؐ لانے سے اور جمیع من حیث ہو جمیع اس میں تعدد کا تصور نہیں ہوسکتا اور اگر ہم یہ کہتے ہیں کہ اعمال کا نام ہوگا یا اعمال وتصدیق کا نام ہوگا پس ایمان دونوں کوقبول کرے گا اور یہ ظاہر ہے اور حق یہ ہے کہ تصدیق، زیادتی اور کمی کوقبول کرتی ہے دونوں وجہوں سے یعنی ذات کے اعتبار سے اس لئے کہ وہ قوت اور ضعف کوقبول کرتی ہے کیونکہ تصدیق کیفیات نفسانیہ میں سے ہے جوقوت اور ضعف کے اعتبار سے تفاوت رکھنے والی ہے تمہارا یہ کہنا کہ واجب وہی یقین ہے اور تفاوت نہیں ہوتا ہے مگر احتمال نقیض سے تو ہم اس کوتسلیم نہیں کرتے کیونکہ تفاوت فقط اس احتمال کی وجہ سے ہے کیونکہ جائز ہے کہ قوت (قوت وضعف اور کمی وزیادتی میں بہت بڑا فرق ہے۔قوت وضعف **علی سبیل المتبادل** ایک موضوع پر وارد ہوسکتے اور زیادتی وکمی باہم نقیض ہونیکے اعتبار سے ایک موضوع پر وارد نہیں ہوسکتے۔) وضعف سے ہو بغیر احتمال نقیض کے پھر وہ بات (وہ بات یعنی تفاوت۔) جس کا تم نے ذکر کیا ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ نبی ﷺ اور اُمتی کا ایمان ایک ہوجائے اور یہ بات اجماعاً باطل ہے اور وہ قول جس کا تم نے ذکر کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے کیونکہ مساوات مذکورہ کا مقتضی ہے اور ابراہیمؑ کا قول جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں فرمایا ہے تمہارا قول اس کے خلاف پڑتا ہے۔ ولکن لیطمین قلبی۔۔۔لیکن تاکہ میرا دل مطمئن ہوجائے پس یہ آیت شریفہ تصدیق یقینی کے زیادتی کوقبول کرنے پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ اس کے پہلے ہم نے اس کو ثابت کیا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ ظن غالب جس کے ساتھ نقیض کا احتمال دل میں نہیں گذرتا ہے اس کے ایمان حقیقی ہونے کے اعتبا سے اس کا حکم بھی یقین کا حکم ہے کیونکہ اکثر عام لوگوں کا ایمان اسی قبیل سے ہوتا ہے اور اس بنا پر تصدیق ایمانی کھلم کھلا طور پر زیادتی کے قائل ہوجائے گی۔ ہاں باعتبار متعلق تو اس صورت میں بھی تمہارا قول صحیح نہیں ہے کیونکہ تصدیق تفصیلی کہی جاتی ہے(مثلاً قیامت کی تصدیق فرشتوں کی تصدیق وغیرہ یہ افراد ہیں ہرا

یک کی تصدیق جزوایمان ہے جس کی تصدیق کرے گا اس قدر ایمان ہوگا اور دوسرے واجب التصدیق کی تصدیق نہ کرنے سے گھٹے گا۔) افراد پر اس چیز کے جس کے ذریعہ اس کا آنا معلوم ہوا ہو اس حال میں کہ وہ (وہ یعنی مجی) ایمان کا جز ہوتی ہے اور اس پر ثواب دیا جاتا ہے تصدیق اجمالی کے ثواب کے ساتھ مطلب یہ ہے کہ جن چیزوں کو رسول ﷺ نے لایا ہے وہ متعدد ہیں اور تصدیق اجمالی میں داخل ہیں جب ان میں سے ایک فرو معلوم ہوگیا خاص طور پر اس کی تصدیق کر لی گئی تو یہ تصدیق زیادہ ہوتی ہے اس تصدیق مجمل کی اور ایمان کا جز ہوتی ہے اور اس بات میں شک نہیں ہے کہ تصدیقات تفصیلی زیادتی کو قبول کرتے ہیں پس اسی طرح ایمان بھی زیادتی کو قبول کرتا ہے اور قرآن کی آیتیں بھی اس پر دلالت کرتی ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اور جب پڑھی جاتی ہیں ان پر آیتیں اس کی تو بڑھادیتی ہیں انکے ایمان کو'' یہ آیت شریفہ ایمان کی زیادتی اور کمی کے قبول کرنے پر دلالت کرتی ہے (وجہ ثانی یعنی حسب متعلق) وجہ ثانی کے ساتھ جیسا کہ فرمان خدا ''**ولکن لیطمئن قلبی**'' دلالت کرتی ہے ضعف وقوت کے قبول کرنے پر وجہ اول (وجہ اول یعنی بحسب الذات) کے ساتھ اور موافق ہے اس کی شرح کے ساتھ لیکن اعمال یعنی طاعتیں فی نفسہا بڑھتی ہیں اور ایمان نہ بڑھتا ہے اور نہ گھٹتا ہے تو اس کے جواب کیلئے چند مقامات ہیں ان کے سمجھنے کی ضرورت ہے پہلا مقام یہ ہے کہ اعمال دین میں داخل نہیں ہیں جیسا کہ گذرا کیونکہ ایمان کی حقیقت تصدیق ہے اور اس وجہ سے بھی کہ کتاب وسنت میں ایمان معطوف علیہ اور عمل صالح۔ معطوف آیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''**انّ الذین امنو واعملو الصالحت** (جولوگ ایمان لائے اور عمل صالح کئے)'' اس قطعیت کے ساتھ کہ معطوف اور معطوف علیہ مغائر ہوتے ہیں، اور معطوف، معطوف علیہ میں داخل نہیں ہوتا اور نیز ایمان کو صحت اعمال کی شرط قرار دیا گیا ہے اور شرط اپنے مشروط سے الگ ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول میں ہے ''**ومن یعمل من الصالحت وھو مومن**'' (اور جو شخص عمل صالح کرتا ہے درآنحالیکہ وہ مومن ہے)، اس آیت شریفہ میں قطعیت اس بات کی ہے کہ مشروط داخل شرط نہیں ہوتا کیونکہ کوئی چیز اپنے نفس کی شرط نہیں بن سکتی اور نیز بعض اعمال کے تارکین کے لئے اثبات ایمان بھی آیا ہے حسب بیان سابق جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''**وان طایفتان من المومنین اقتتلوا** (اگر دو جماعتیں مومنین کی آپس میں قتال کریں)'' تو اس میں قطعیت اس بات کی ہے کہ

ان کا ایمان ثابت ہے کیونکہ کوئی چیز بغیر اپنے رکن کے ثابت نہیں ہوتی اور پوشیدہ نرہے کہ یہ وجوہ انہی لوگوں کے مقابلہ میں حُجّت ہو سکتے ہیں جو طاعتوں کو حقیقت ایمان کا رکن قرار دیتے ہیں اس حیثیت سے کہ تارکین اعمال ان کے پاس مومن نہیں ہوتے جیسا کہ معتزلہ کی رائے ہے نہ کہ ان لوگوں کے مقابلہ میں حجت ہوتے ہیں جن کا مذہب یہ ہے کہ اعمال ایمان کامل کا رکن ہیں اس حیثیت سے کہ تارک اعمال حقیقت ایمان سے خارج نہیں ہوتا ہے جیسا کہ مذہب امام شافعی کا ہے اور اس کے پہلے معتزلہ کے دلائل معہ جوابات کے گذر چکے ہیں مقام ثانی یہ ہے کہ ایمان کی حقیقت نہ گھٹتی ہے اور نہ بڑھتی ہے کیونکہ پہلے گذر چکا ہے کہ تصدیق قلبی وہ ہے جو جزم واذعاں کی حد کو پہنچتی ہے اور یہ ایسی بات ہے کہ اس میں زیادتی اور نقصان کا تصور نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ جس کو حقیقت تصدیق حاصل ہوجاتی ہے تو خواہ وہ طاعت کرے یا معاصی کا ارتکاب کرے اس کی تصدیق علیٰ حالہ باقی رہتی ہے اس میں بالکل تغیر نہیں ہوتا اور آیتیں جو ایمان کی زیادتی پر دلالت کرتی ہیں وہ محمول ہیں اس بات کے کہ جس کا ذکر کیا ہے ابوحنیفہؒ نے کہ لوگ ایمان لائے تھے فی الجملہ پھر آتا تھا ایک فرض ایک فرض کے بعد پس وہ ایمان لاتے تھے ہر فرض خاص پر اور حاصل اس کا یہ ہے کہ ایمان زیادہ ہوتا تھا زیادتی سے اس چیز کی جس سے ایمان واجب ہوتا ہے اور یہ چیز نبیؐ کے زمانہ کے بعد متصور نہیں ہوسکتی اور اس مقام میں نظر ہے کیونکہ تفاصیل فرائض پر مطلع ہونا نبی ﷺ کے زمانہ کے بعد ممکن ہے اور ایمان معلومات اجمالی میں اجمالاً واجب ہوتا ہے اور اس امر میں کوئی پوشیدگی نہیں ہے کیونکہ تفصیلی ایمان زیادہ بلکہ اکمل ہوتا ہے اور وہ جو بیان کیا گیا ہے کہ اجمالی ایمان اپنے درجہ سے نہیں گرتا ہے تو یہ بات اصل ایمان سے متصف ہونے میں ہے اور کہا گیا ہے کہ ثبات اور دوام اس اجمالی ایمان پر ہر ساعت زیادتی ایمان کی ہے اور حاصل اس کا یہ ہے کہ زیادہ ہوتا ہے ایمان زمانوں کی زیادتی سے کیونکہ وہ (ایمان) عرض ہے جو تجدد وامثال کے سوائے باقی نہیں رہتا ہے اور اس میں بھی نظر ہے کیونکہ ایک شئے کے معدوم ہونے کے بعد مثال کا حاصل ہونا کسی چیز کی زیادتی سے نہیں ہوتا ہے جیسا کہ جسم کے سواد میں ہے بعض علماء نے کہا ہے کہ ایمان سے مراد اس کے ثمر کی زیادتی اور اس کے نور کا اشراق اور اس کی روشنی دل میں ہے کیونکہ وہ بڑھتی ہے اعمال سے اور گھٹتی ہے معاصی سے اور جن کا مذہب یہ ہے کہ اعمال ہی ایمان ہیں تو پس ایمان کا زیادتی اور نقصان کو قبول کرنا ظاہر ہے اور اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ یہ مسئلہ طاعت

کے ایمان ہونے کے مسئلہ کی، فرع ہے بعض محققین نے کہا ہے کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ تصدیق کی حقیقت زیادتی اور کمی کو قبول نہیں کرتی بلکہ وہ قوت وضعف میں کم وبیش ہوتی ہے کیونکہ اس بات کی قطعیت ہے کہ ایک امتی کی تصدیق نبی کی تصدیق کی جیسی نہیں ہوتی اور اسی لئے ابراہیمؑ نے کہا ''والکن لیطئن قلبی (لیکن تا کہ میرا دل مطمئن ہوجائے)'' یہاں دوسری بحث بھی ہے وہ یہ ہے کہ بعض قدریہ کا مذہب ہے کہ ایمان معرفت کا نام ہے ہمارے علمائے گروہ مہدویہ نے اس کے فساد پر اتفاق کیا ہے کیونکہ اہل کتاب محمدؐ کی نبوت کی ایسی ہی معرفت رکھتے تھے جیسا کہ اپنی اولاد کی معرفت رکھتے تھے باوجود اس کے ان کے تصدیق نہ کرنے کی وجہ سے ان کے کفر کا یقین ہے اور اس وجہ سے بھی کہ بعض کفار حق کی یقیناً معرفت رکھتے تھے ولیکن دشمنی اور غرور کی وجہ سے انکار کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''وجحدوا بھا الخ (انھوں نے آیتوں کا انکار کیا حالانکہ ان کے نفوس ان آیتوں کا یقین رکھتے ہیں)'' پس معرفت احکام اور ان کے استیقان اور ان پر تصدیق اور ان پر اعتقاد کے فرق کا بیان ضروری ہے تا کہ ثانی (تصدیق واعتقاد) کا ایمان ہونا نہ کہ اول یعنی معرفت احکام واستقان کا ایمان ہونا صحیح ہوجائے۔